سورہ روم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ | ایت نمبر(۳۱-۳۲)

وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ○ مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا کُلُّ حِزۡبٍ بِمَا لَدَیۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ ○

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جو ان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعة المبارك

[7شوال 1431ھ بمطابق 17ستمبر 2010]

عنوان

مکافاتِ عمل

زیراہتمام: شعبہ دینی امور جوہری ٹرسٹ (جامع مسجد محمدی نئی آبادی اثاری سروبہ لاہور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمدللہ ہمارا کسی فرقہ کسی مسلک کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت لسانیت فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کیلئے ہم نے ایک انسانی کوشش شروع کی ہے اور ہر انسانی کوشش میں غلطیوں کا امکان رہتا ہے لہٰذا ہماری تحریر میں جو کچھ صحیح نظر آئے نور قرآنی ہے اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے وہ ہماری اپنی کوتاہی ہے اس ادنیٰ سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کیلئے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کو سراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کیلئے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بتعاون: محترم جاوید اختر جوہری صاحب صدر جوہری ٹرسٹ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفُوْ عَھْدَہٗ

اَمَّا بَعْدُ۔

فَاَعُوْذُ بِا اللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَلِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآئُوْ ابِمَاعَمِلُوْاوَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی

(53/31)

صَدَقَ اللّٰہُ وَصَدَقَ رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ ○

حاضرین کرام! تلاوت کی گئی آیت مبارکہ کی روشنی میں آج میرا موضوع ''مقافاتِ عمل'' ہے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت حق اور سچ بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

دین کا مدار خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل پر ہے۔ دین کا مدار ہی نہیں بلکہ تمام کارگہءِ کائنات کا مدار۔ مکافاتِ عمل کے معنی ہیں کہ ہر کام اپنا متعین نتیجہ مرتب کر کے رہتا ہے۔ خارجی کائنات کی ہر شے، قانونِ خداوندی کے مطابق چلنے پر مجبور ہے اس لئے وہاں ہر حرکت کا متعینہ نتیجہ ازخود مرتب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسے (Low of cause and effect) کہا جاتا ہے۔ لیکن انسان صاحبِ اختیار وارادہ ہے۔ اس لئے یہ خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق بھی زندگی بسر کرتا ہے اور ان کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے۔ جب وہ ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے تو اس کا نتیجہ تعمیری ہوتا ہے۔ اس سے اس کی ذات کی نشو ونما ہوتی ہے۔ اور جب ان کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا نتیجہ تخریبی ہوتا ہے۔ یعنی اس سے اس کی ذات پستیوں کی طرف گر جاتی ہے۔ اور جس قسم کے افراد ہونگے اسی قسم کا معاشرہ ہوگا۔ لہٰذا معاشرہ کا دارومدار بھی قانون مکافات عمل پر ہوگا۔ یعنی کائنات کی کوئی شے یا نظام اس قانون کے احاطہ سے باہر نہیں۔

یہی قانون مکافات، افراد کی طرح اقوام میں بھی پیرا رہتا ہے۔ صحیح روش پر چلنے والی قوم کو عروج اور ترقی حاصل ہوتے ہیں۔ غلط روش پر گامزن، زوال وہلاکت کے گڑھوں میں گر جاتی ہے۔

۲۔ ہر عمل کا نتیجہ تو اسی وقت مرتب ہونا شروع ہو جاتا ہے لیکن وہ محسوس طور پر اسی وقت سامنے نہیں آجاتا۔ عمل اور اس کے نتیجہ کے محسوس طور پر سامنے آنے کے وقفہ کو مہلت کو مہلت کی مدت کہا جاتا ہے۔ اگر اس دوران میں اس شخص سے کوئی زیادہ بڑا تعمیری کام سرزد ہوتا ہے تو وہ عمل اس کے سابقہ غلط عمل کے تخریبی نتیجہ کو مٹا دیتا ہے۔ اسے توبہ اور مغفرت کہتے ہیں۔

دراصل کائنات میں، حق اور باطل (تعمیری اور تخریبی قوتوں) میں ہر وقت ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔ جب تک تعمیری قوتوں کا پلڑا بھاری رہتا ہے، انسان تباہی سے محفوظ رہتا ہے۔ جب وہ پلڑا ہلکا ہو جاتا ہے۔ تو اس پر تباہی مسلط ہو جاتی ہے۔ مہلت کے وقفہ میں، زیادہ بڑے تعمیری کام کے سرزد ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان اپنے تعمیری پلڑے کا وزن بڑھا لیتا ہے یعنی اس کی قوتِ

مدافعت بڑھ جاتی ہے جس سے وہ تخریبی قوتوں کے تباہ کن نتیجہ سے محفوظ رہتا ہے۔

۳۔ اعمال کے نتائج محسوس طور پر اس دنیا میں سامنے آجاتے ہیں، اور جو یہاں سامنے نہیں آتے، وہ مرنے کے بعد ظہور پذیر ہوجاتے ہیں۔ حیاتِ آخرت کا منکر یہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ کسی طرح اس دنیا میں اپنے غلط کردار کے تباہ کن نتائج سے اپنے آپ کو بچا لے تو پھر اسے کسی قسم کا خوف وخطر نہیں۔ لیکن قرآن کا دعوے یہ ہے کہ انسانی زندگی اس دنیا میں ختم نہیں ہوجاتی یہ مرنے کے بعد بھی آگے چلتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اپنے غلط کردار کے تباہ کن نتیجہ سے کسی طرح بچ بھی جائے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہ نتائج مرنے کے بعد سامنے آجائیں گے۔

۴۔ قانونِ فطرت کی خلاف ورزی کا نتیجہ عام طور پر، فوراً محسوس ہوجاتا ہے۔ اور اس سے کوئی دوسرا اسے بچا نہیں سکتا۔ مثلاً ایک شخص آگ میں انگلی ڈالتا ہے تو اس کی انگلی جل جاتی ہے۔ اس سے اسے سخت درد ہوتا ہے۔ یہ اس کے عمل کا محسوس نتیجہ ہے۔ یہ درد نہ کسی کی سفارش سے کم ہوسکتا ہے۔ نہ رشوت دینے سے۔ نہ ہی کوئی بڑے سے بڑا غمگسار اس کے درد کو اس سے اپنی طرف منتقل کرسکتا ہے۔ اسے اپنے کیئے کی سزا خود ہی بھگتنی پڑتی ہے۔ اس درد کی اذیت سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے کہ انسان، وہ دوا استعمال کرے جو خدا نے۔ اس قسم کے درد کے لئے پیدا کر رکھی ہے۔ یعنی وہ قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی کے نتیجہ سے بچنے کیلئے، قانونِ خداوندی ہی کی طرف رجوع کرے۔ اسے رجوع الی اللہ کہتے ہیں اور خدا کی طرف سے اس قسم کی دوا کا پیدا ہونا اس کی رحمت کہلاتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ خدا کا جو قانون (سنت اللہ) طبعی دنیا میں کارفرما ہے، اسی قسم کا قانون، خود انسانی دنیا میں بھی کارفرما ہے۔ اس کے لئے بھی اس نے کچھ قوانین مقرر کر رکھے ہیں جنہیں مستقل اقدار کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مستقل قدر کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس سے کی ذات میں ضعف پیدا ہوجاتا ہے (اسے اس قانون شکنی کی سزا کہہ لیجئے) کسی کی سفارش، کسی قسم کی رشوت، کوئی کفارہ، کوئی فدیہ اس نتیجہ کو مٹا نہیں سکتا۔ ہاں اگر وہ شخص پھر اسی مستقل قدر۔ یا کسی دوسری قدر۔ پر عمل پیرا ہو تو اس سے اس کی ذات میں اتنی قوت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ اس تخریب کا مقابلہ کرسکتی ہے جو پہلی غلط روش سے پیدا ہوئی تھی۔

یوں خدا کا قانونِ مکافات، انسانی دنیا میں کارفرما رہتا ہے۔

۵۔ قرآن کریم میں 'مکافات' کا لفظ نہیں آیا۔ اس میں اس کی بجائے، اعمال کی جزا، یا اجر کے الفاظ آئے ہیں۔ خود لفظ دین کے ایک بنیادی معنی بھی ''اعمال کا بدلہ'' ہیں۔ الفاظ کوئی بھی ہوں، مطلب ان سے یہی ہے کہ خدا کے قانون علت ومعلول کے مطابق، انسان کا ہر عمل ایک متعین نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ انسان کو اس کا تو اختیار ہے کہ وہ جونسا عمل (کام) جی چاہے کرے۔ لیکن اسے اس کا اختیار نہیں کہ وہ جو کام کرے اس کا نتیجہ بدل دے۔ مثلاً اسے اس کا تو اختیار حاصل ہے کہ وہ مصری کا ٹکڑا منہ میں ڈال لے یا زہر کی پڑیا۔ لیکن اسے اس کا اختیار نہیں کہ وہ کھائے تو زہر لیکن اس کا نتیجہ مصری کا پیدا کرے۔

۶۔ قانون مکافات عمل کے سلسلہ میں، بہت سے دیگر عنوانات بھی سامنے رکھنے ہونگے مثلاً دین، جزا، اجر، حساب، اعمال، کفارہ

،فدیہ،شفاعت،قیامت،آخرت،جنت،جہنم وغیرہ اس عنوان میں ہم اس موضوع (مکافاتِ عمل) کے اصولی گوشوں کو سامنے لائیں گے۔

۷۔مکافاتِ عمل کے سلسلے میں ایک اور اہم نکتہ کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے۔ایک شخص نہایت دیانتدار اور پاکباز ہے۔لیکن غلط معاشرہ میں لوگوں کی سازشوں کی وجہ سے اسے مصیبتوں میں پھنسا دیا جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ اس سے اسے بہت سا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔یہ اذیت اور نقصان اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ نہیں۔غلط معاشرہ کی روش کا نتیجہ ہے۔قرآن کریم اس بارے میں کہتا ہے کہ نقصانات کی دو قسمیں ہیں۔ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق انسان کی طبیعی زندگی سے ہے مثلاً جسمانی اذیت،مالی نقصان،حتیٰ کہ جان تک کا اتلاف غلط معاشرہ میں اس قسم کے نقصان ہر شخص کو پہنچ سکتے ہیں۔بلاتخصیص اس امر کے کہ وہ شخص مستقل اقدار کا پابند ہے یا نہیں۔نقصان کی دوسری قسم وہ ہے جس سے انسانی ذات کو ضعف پہنچتا ہے۔یہ نقصان کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو نہیں پہنچا سکتا۔اس قسم کا نقصان فردِ متعلقہ خود اپنے آپ کو پہنچاتا ہے اور وہ خود ہی اس کا ازالہ بھی کرسکتا ہے۔انسان کو اس امر کی احتیاط کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو اس قسم کا نقصان پہنچالے۔یعنی احتیاط تو اس بات کی بھی کرنی چاہیئے کہ انسان کو طبیعی نقصان بھی نہ پہنچے لیکن غلط معاشرہ میں بعض اوقات ایک فرد کے بس کی بات نہیں رہتی کہ وہ اس قسم کے نقصان سے محفوظ رہے۔لیکن دوسری قسم کا نقصان وہ ہے جس سے محفوظ رہنا ہر فرد کے اپنے اختیار میں ہے۔اس کی احتیاط نہایت ضروری ہے۔معاشرہ کیسا ہی غلط رو کیوں نہ ہو،انسان کو مستقل اقدار کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرنی چاہیئے۔ان اقدار کے تحفظ سے اگر طبیعی نقصان ہوتا ہے تو اسے برداشت کرلینا چاہیئے۔

انسانی نظم ونسق میں قانونِ مکافات:

۱۔ایک شخص چوری کرتا ہے لیکن اس انداز سے کہ کسی کو اس کا پتہ نہ چلے۔وہ اپنے جرم کی سزا نہیں پاسکتا یا

۲۔اگر وہ پکڑا جائے لیکن وہ پولیس کو اپنے ساتھ ملالے۔یا عدالت تک ''رسائی'' حاصل کرلے تو اس صورت میں بھی وہ سزا سے بچ سکتا ہے۔

۳۔اربابِ حکومت یا مجالس قانون ساز قوانین ایسے بنالیں جو کسی خاص طبقہ کی بدعنوانیوں کو جرم ہی قرار نہ دیں۔جیسے نظامِ سرمایہ داری میں (جب مجلس قانون ساز میں اس طبقہ کے نمائندوں کی اکثریت ہو۔اور ایسے نظام میں بالعموم یہی ہوتا ہے) قوانین اس قسم کے وضع کرلئے جاتے ہیں جن کی رو سے محنت کشوں کو ان کی محنت کا پورا پورا معاوضہ نہ دینا کوئی جرم قرار نہیں دیا جاتا یا

۴۔ایک قوم ایسے قوانین مرتب کرلے جن کی رو سے دوسری قوموں کو لوٹنا کھسوٹنا جرم قرار نہ پاسکے۔اس دور میں جب انسانوں کی تقسیم نیشنلزم کی رو سے ہوتی ہے دنیا کی ہر قوم اس قسم کے قوانین مرتب کرلیتی ہے جن کی رو سے ان کی اپنی قوم کی فلاح وبہبود ''حسنِ عمل'' قرار پائے خواہ اس کے لئے دوسری قوموں سے کیا کچھ نہ کرنا پڑے عصرِ حاضر کی میکیاولی سیاست کہ بنیاد ہی اس

اصول پر ہے۔اس سیاست کی رو سے سب سے بڑا انسان وہ محبِ وطن (patriot) ہوتا ہے جو اپنی قوم کے مفاد کے تحفظ کیلئے دوسری اقوام کی کھال تک اتار لائے۔وال پول کا عقیدہ تھا کہ

نیک آدمی کبھی کسی بڑی سلطنت کو نہیں بچا سکتے۔اس لئے کہ سلطنوں کو بچانے کیلئے جس حد تک چلے جانا بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے نیک آدمی وہاں تک جا نہیں سکتے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت،لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جارہی ہے آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تا کہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ علمی میراث واپس مل جائے اور عظمتِ رفتہ بحال ہو جائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہؓ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین